اقبال۔۔۔۔ وائلڈ اور فلسفہ وجودیت

شفیقہ اختر

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

انیسویں صدی میں وجودیت کو بہترین انداز میں پیش کرنے کا سہرا امریکی فلسفی وائٹ ہیڈ کے سر ہے اس نے اپنے فلسفہ کی بنیاد کر کیگارڈ' کارل جسپرز' مارٹن ہیڈیگر اور مارسل کے فلسفہ وجودیت پر رکھی اور اپنے نظریات کے لیے ان کی مابعد الطبیعیات' عمرانیات' اخلاقیات اور نظریات علم کا مطالعہ کیا۔ تاکہ وہ ان کے نظریات کی خوبیوں اور خامیوں کو واضح کر کے ان کی صحیح قدر و قیمت متعین کر سکے اور مثبت فلسفیانہ اقدام کی طرف رہنمائی کر سکے۔

کر کیگارڈ کے فلسفہ وجودیت پر بحث کے دوران وہ کر کیگارڈ کو عقلی توجیہات اور تجزیے کا ماہر تسلیم کرتا ہے۔ کر کیگارڈ نے تجربے کے کئی نئے میدان دریافت کئے۔ قدیم فلسفے اور عیسائی تصورات کی روح سے متاثر ہو کر اس نے اس روایت کے کئی مبہم گوشے واشگاف کئے اور اس طرح ان کا اطلاق نئے سائنسی تصورات پر کرتے ہوئے جدید فلسفے کے کئی مغالطوں کو درست کیا۔ وہ فلسفیانہ حقائق کی اس طرح توجیہہ کرتا ہے جس طرح کہ وہ مادی تصورات سے زیادہ محکم ہیں۔ کر کیگارڈ نے وجودیت کے لیے ذہن تیار کیا۔ جسپرز اور ہیڈیگر کے نزدیک وجودیت محض تجربیت کا یکسر ردعمل ہے۔ اور ان کا فلسفہ عمرانیات اور اخلاقیات محض ظاہری علم الاشیاء پر محیط ہے اس کے برعکس وائٹ ہیڈ نہ صرف وجودیت کی توجیہات سے اغماض برتتا ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسا نظریہ وجودیت پیش کرتا ہے جس کی بنیاد ولیم جیمز کے فلسفے پر ہے۔ اس کے نزدیک ولیم جیمز وہ پہلا فلسفی ہے جس نے وجودیت کے ہر رخ پر بحث کی۔

وجودیت کا محور دراصل انسانی وجود اور اس کی صورت حال ہے اور اس کے بارے میں انسانی تجربات ہیں۔ مثلاً شعور' آگہی' احساس اور اس کی صورتیں' رویے' پشیمانی' انتخاب اور آزادی۔ اقبال بھی وائٹ ہیڈ کی طرح اپنے فلسفہ و آگہی کی بنیاد ولیم جیمز کے فلسفے پر رکھتے ہیں کہ شعور جوئے خیال ہے۔ یعنی پیہم تغیرات کی آمد و شد جس کے شعور سے تسلسل کا احساس برابر قائم رہتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "یہ ایک اصول ہے جو ہمارے احساسات و مدرکات کو باہم مجتمع رکھتا ہے اور حیات ذہنی کے مسلسل بہاؤ میں باہم دوگر گرہیں لگاتے ہوئے ان کا رشتہ ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیتا ہے۔" شعور اقبال کے نزدیک ایک وحدت ہے حیات ذہنی کی شرط

اول، مگر الگ الگ اجزا کا مجموعہ نہیں کہ ایک دوسرے کو اپنی خبر دیتے رہتے ہیں بلکہ ہمارے داخلی ادراکات اور محسوسات کا مطلب یہ ہے کہ خودی کا عمل جاری ہے اور یہ ایک رہنما توانائی کی مانند ان میں شامل رہتی ہے۔ اگر آپ مجھے جاننا چاہتے ہیں تو آپ کو یہ دیکھنا ہوگا کہ میرا رویہ کیا ہے میرے مقاصد کیا ہیں اور میری تمنائیں کیا ہیں:

تو کہ از نور خودی تابندۂ
گر خودی محکم کنی پایندۂ

جوہر نوریست اندر خاک تو
یک شعاعش جلوۂ ادراک تو

وائٹلڈ وجودیت کی اس شاہراہ کو جدیدیت سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک بھی آگہی اور رویوں کے سنجیدہ تجزیے مظہری مواد کو رفعت مہیا کرتے ہیں۔ اور ان کی بنیاد پر از سرنو عمرانیات تشکیل کی جاسکتی ہے۔ آگہی اور زمان و مکان کی مانند فرد کی آزادی بھی وجودیت کا ایک رخ ہے اور یہ عنوان ہے کہ اخلاقی عمل فلسفے کے لیے مرکزی ہے مگر فلاسفہ نے اسے نظرانداز کئے رکھا۔

وجودیت کی قدر و قیمت کو احترام کی نظر سے دیکھتے ہوئے وائٹلڈ اس کی خامیوں سے بھی آگاہ ہے۔ اس کا نقطۂ نظر ہائیڈیگر کے فلسفہ زماں اور فلسفہ تاریخ کے متعلق یہ ہے کہ اس کی بنیاد انسانی وجود کی مظہری چھان بین پر ہے۔ اس نے امریکی مابعدالطبیعیاتی سوسائٹی سے اپنے صدارتی خطبے میں کہا کہ یہ فلسفہ زماں اگرچہ انسانی تجربے کے ساتھ مبہم ہے لیکن اسے کوئی زمانے کے ساتھ مزید اضافت کی ضرورت ہے۔ ایسا کوئی بعد چہارم جو ایسا حسن ترتیب اور معروضیت تشکیل کرے جس میں تغیر و تبدل اپنی تمام تر جدت کے ساتھ رونما ہوسکے۔ وائٹلڈ کا خیال ہے کہ ہائیڈیگر کوئی زمان کے حاضر و ناظر بہاؤ کو نظرانداز کرتا ہے اور چند ایک نقاط پر وجود کی غیر مستند زمان کی حیثیت سے ترجمانی کرتا ہے۔

اقبال کا تصور زمان یہ ہے کہ کیا حقیقت زمان و مکان کی ان ظاہری تحدیدات (مظہریت) سے ماوراء کارفرما ہے۔ یہ حقیقت اقبال کے نزدیک 'دوران محض' یا 'مرور' ہے۔ بظاہر زمانے کی یہ تقسیم بندی تو وقت کے بہتے ہوئے دھارے کا ایک ٹکڑا ہے اور بس 'دوران' ایک تخلیقی حرکت ہے۔ جو مسلسل اپنے امکانات کو علیٰ وجہ البصیرت ظاہر کر رہی ہے۔ یہ حرکت اس لیے نہیں کہ کسی منزل تک پہنچ جائے، یہ نہ ختم ہونے والی ہے۔ اس کا مقصد صرف اظہار ہے۔ کسی

شے کا حصول نہیں۔

اقبال کہتے ہیں "ہم زمانے کی حرکت کا تصور خط کشیدہ سے نہیں کریں گے کیونکہ یہ خط ابھی کھنچ رہا ہے۔ اس سے مطلب وہ امکانات ہیں جو ہو سکتا ہے وقوع میں آئیں یا نہ آئیں۔"

علامہ اقبال نے عراقی کے تعدد زماں اور تعدد مکاں کی تائید کرتے ہوئے دو قسم کے زمان و مکاں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح ایک مشکل حل ہو جاتی ہے کہ الٰہی زمان ایک آن واحد ہے اور الٰہی مکان ایک وسعت موجود۔ اس طرح ارسطو کو جواب مل جاتا ہے کہ خدا عالم جزئیات نہیں ہو سکتا خدا کے علم میں ماضی' حال اور مستقبل کے امتیاز کے بغیر سب کچھ موجود ہے لیکن مسلم ذہن انائے عاقل اور انائے فاعل کے درمیان امتیاز قائم کرتا ہے۔ کیونکہ ایک طرف زمان الٰہی کا ایک دن ہے۔ جس کی مدت پانچ ہزار سال ہے اور دوسری طرف ایک آن واحد ہے جو معراج شریف میں ہوئی۔ اور یہ انائے عاقل زمان کا آن واحد ہے۔ تاہم اس سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔

وائٹلڈ کا نقطۂ نظریہ ہے کہ وجودیوں نے وجود کو صرف انسانی وجود تک محدود کر دیا اور انہوں نے وجود کے دوسرے مظاہر کی طرف کم توجہ دی۔ اقبال کا نقطۂ نظریہ ہے کہ کائنات کا ہر عمل خواہ اس کا تعلق مادی جواہر کی میکانکی حرکت سے ہو یا ذات انسانی میں فکر کی آزادانہ کارفرمائی سے' سب کی حقیقت بجز ایک عظیم اور برتر انا کے انکشاف ذات کے سوا کچھ نہیں' لہٰذا قدرت الٰہی کا یہ جوہر' چاہے اس کا درجہ پست ہو یا بلند اپنی ماہیت میں ایک انا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس انیت کے اظہار کا بھی اپنا اپنا درجہ ہے' بڑا یا چھوٹا اور ذات انسانی میں کمال کو پہنچتا ہے اور وائٹلڈ کی تنقید جوہریت اس نقطہ پر بھی محیط ہے کہ وجودیوں نے کوئی فلسفہ فطرت تدوین نہیں کیا۔ لیکن اقبال کے یہاں ایک مکمل فلسفہ فطرت دکھائی دیتا ہے:

بے ذوق نہیں اگرچہ فطرت
جو اس سے نہ ہو سکا' وہ تو کر

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکوں

ہر بنائے کہنہ را بری کند
جملہ موجودات را سوہاں زند

جہان رنگ و بو گلدستہ ما
ز ما آزاد و ہم وابستہ ما

وائٹلڈ کے نزدیک جوہر اور وجود ایک دوسرے کے مابین ہیں۔ وجودی جوہریت' کے مطابق بھی ایک دوسرے سے مخالف ہیں یہاں تک کہ کبھی کبھار اس کی طرف سے مکمل طور پر غافل ہو جاتے ہیں۔ اقبال اپنے فلسفہ جوہریت اور وجودیت کی بنیاد وائٹلڈ کی طرح مذہب پر رکھتے ہیں۔

وجود کیا ہے' فقط جوہر خودی کی نمود
کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود ترا

بقول مشہور فلسفی لاک جوہر یہ ہے کہ حواس تربیت اور مزاولت سے توجہ' حافظہ' تقابل' جذبہ' خواہش اور ارادہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ تقابل سے جو بجز اصطفاف احساس کے کچھ نہیں' تصدیق' تفکر اور تجرید پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تفکر یا ایغو یا خودی انہیں احساسات کا مجموعہ ہے۔ خودی کی حقیقت قرآن مجید کے الفاظ میں یہ ہے "اے پیغمبرؐ آپ سے روح کے بارے میں استفسار کرتے ہیں' کہہ دیجئے کہ وہ میرے رب کے ارادے سے ہے" اور پھر یہ کہ "اسے مکمل طور پر متناسب و ہم آہنگ کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے باصرہ' سامعہ اور قلب بنایا اور جس وقت متناسب و ہم آہنگ ہو جائے تو اس کے واسطے سجدے میں گر پڑو۔"

جہاں تک نظریات علم کا تعلق ہے۔ وجودی صحیح نقطۂ نظر رکھتے ہیں کیونکہ وہ مکمل طور پر انسانی تجربات کی طرف متوجہ ہیں اور اس طرح غیر جانبدارانہ عقلیت کی حدود متعین کرتے ہیں جس سے وہ عقلیت کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔

اخلاقی نقطۂ نظر سے وائٹلڈ کے نزدیک وجودی 'انسانی آزادی' کی طرف متوجہ ہونے میں حق بجانب ہیں اور سائنسی تعین کے قانون کے خلاف ہیں۔ اقبال بھی اسی انسانی آزادی کے پرستار ہیں۔

ترے مقام کو انجم شناس کیا جانے
کہ خاک زندہ ہے تو' تابع ستارہ نہیں

عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

نہ ہو نومید، نومیدی زوال علم و عرفاں ہے
امید مرد مومن ہے خدا کے راز دانوں میں

فطرت آشفت کہ از خاک جہان مجبور
خود گرے، خود شکنے خود نگرے پیدا شد

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی، جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے، نہ ناری ہے

ناچیز جہان مہ و پروین ترے آگے
وہ عالم مجبور ہے، تو عالم آزاد!

پستی فطرت نے سکھلائی ہے یہ حجت اسے
کہتا ہے، تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود
دے رہا ہے اپنی آزادی کو مجبوری کا نام
ظالم اپنے شعلہ سوزاں کو خود کہتا ہے دود

اس کے برعکس وجودیوں کا اختیار و آزادی، پر دباؤ اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ غیر حقیقی دور از قیاس اور ناقابل یقین ہو جاتا ہے۔ اقبال کے فلسفے کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اقبال کے ہاں وجودیت پر کیے جانے والے ہر اعتراض کا جواب مل جاتا ہے۔ اور اس طرح اقبال کا فلسفہ وجودیت اگرچہ مذہب کی روشنی میں لکھا گیا لیکن ہر لحاظ سے قابل ستائش ہے۔ ایملے ہر یمیر کے اس انکشاف سے متاثر ہے کہ "عیسائی فلسفہ کبھی نہیں لکھا گیا" وائلڈ نے "انسانی آزادی اور تنظیم" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی۔ جس میں یہ وضاحت کی کہ عیسائی مذہب اور فلسفہ کیا ہے۔ اور اس بات کی نشان وہی کی کہ یہ اخلاقی

اور سیاسی مسائل کے حل کے لیے کس طرح مد ومعاون ہوسکتا ہے۔ عقل اور عقیدہ کے درمیان تعلق و رابطہ کی وضاحت کے بعد عیسائیت کا ایک نیا فلسفہ پیش کیا۔ وہ عیسائیت کی پرانی اساطیر اور باطل عقیدوں سے منطقی نتائج اخذ کرنے کے بعد فکری ارتقاء کا خاکہ کھینچتا ہے۔ پرانے قصے قبائلی دنیا کی عکاسی کرتے ہیں۔ فرد کو گروہ میں ضم کر کے مذہبی رسوم میں تغیر کو منجمد کرتے ہیں اور اگر عقلی طور پر ان کی چھان بین کی جائے تو ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اگر وجود اور تقدیر کے متعلق سوالات کا جواب بھی پرانے اساطیر میں ہے تو نتیجتاً" خطرہ اور اجنبیت کے احساسات جنم لیتے ہیں۔ اس طرح ایک امید افزا صورت حال پیدا ہو جاتی ہے جس پر ایک مکمل علم کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے اس طرح عیسائی غناسیت جنم لیتی ہے جو عین ممکن ہے کہ قبائلی دنیا کی بنیادیں اکھاڑ دے اور متصادم انفرادی تجربات کے مختلف تناظر کو متحد تو کر دے' لیکن داخلیت کو نظرانداز کر کے داخلی پرلطف تجربے سے محروم رہے گی اور عیسائیت مختلف مباحث کا شکار ہو کر اپنا آپ کھو بیٹھے گی اور اقبال رومی سے متفق ہیں۔

من دل اندر راہ جاں انداختم
غلغلے اندر جہاں انداختم
من ز قرآں برگزیدم مغز را
پوست را پیش سگاں انداختم
جبہ و دستار و علم و قیل و قال
جملہ در آب رواں انداختم
از کمان شوق' تیر معرفت
راست کردہ بر نشان انداختم

اسلام کی بنیاد وجدان والہام ہے۔ جو سراسر داخلی تجربہ ہے (تشکیل جدید الہیات اسلامیہ)

وائٹلڈ کا خیال ہے کہ عیسائی مذہب چاہے اساطیری ہو یا عقلی انسان کی بلند تر ماورائیت کی طرف محبت کا اظہار ہے۔ یہ پراسراریت کا احساس انسان کو مادی دنیا کے ساتھ مڈبھیڑ میں ہوتا ہے عیسائیت کا مرکزی نقطہ انسان ہے اور یہ ذاتی عقیدے' نیابت اور رجوع اللہ کے امکانات کی وضاحت کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود عیسائیت اپنا فلسفہ تشکیل دینے میں ناکام رہی ہے۔

وائٹلڈ کا مشورہ ہے کہ عقل اور عقیدہ کے درمیان رشتہ کو از سر نو ہم آہنگ کرنا چاہیے۔ وائٹلڈ لکھتا ہے کہ "محراب کے دو کناروں کی مانند عقل اور عقیدہ ایک دوسرے کے ساتھ

متوسل ہیں لیکن خود مختار عقل کی کارروائی محض شہادت پر مبنی ہے اور سائنس تخلیق کرتی ہے جبکہ فلسفہ سائنس کی پیش رو ہے اور اس کا دائرہ انسانی وجود' سائنس اور تجربہ موضوعی اور تجربہ معروضی تک پھیلا ہوا ہے۔ لیکن فلسفیانہ تحقیق و تفتیش ابھی نامکمل ہے کیونکہ اسے ان بنیادی تصورات کے ساتھ بحث کرنا ہے جیسے وجود' اقدار' مقدر' مقصد اور امکان' وائٹ ہیڈ کے نزدیک ان کی وضاحت اپنے دور کی ثقافت اور شہادت کی بنیاد پر نہیں کی جا سکتی۔ ان عقیدوں کے لیے چند رہبر خاکوں کی ضرورت ہے جو ان کی حتمی وضاحتیں کر سکے۔

وائٹ ہیڈ نے یقین اور عقل کے درمیان جدلیاتی باہمی عمل کا فلسفہ پیش کیا۔ یہ اس کے ان تصورات کی گویا بازیافت ہے جس کا ادراک اس نے برکلے پر تحقیق کے دوران کیا۔ اس نے لکھا کہ عقیدے سے عقل کا بچاؤ ناممکن ہے اس طرح عقل بھی عقیدہ سے اپنا دامن نہیں بچا سکتی۔ اقبال کے چند اشعار برکلے کے متعلق ان کے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہیں۔

ایں جہاں چیست؟ صنم خانہ پندار من است\
جلوۂ او گرو دیدۂ بیدار من است\
ہمہ آفاق کہ گیرم بنگاہے او را\
حلقہ ہست کہ از گردش پرکار من است\
ہستی و نیستی از دیدن و نادیدن من!\
چہ زمان و چہ مکاں شوخی افکار من است

وائٹ ہیڈ کے نزدیک اندھا عقیدہ' ممکن ہی نہیں۔ عقل سے نتائج اخذ کرنے سے پیشتر ہمیں عقل پر یقین رکھنا ہو گا اور اقبال بھی کہتے ہیں کہ یہ فقدان نظر ہے جو عدم یا نیستی سے عبارت ہے حقیقی فلسفہ وجود یہ ہے کہ مشاہدہ انسانی ہی عمل ہے۔ جس سے کائنات کی ہست و بود و موجود و مشہود ہے۔

مجھ کو بھی نظر آتی ہے یہ بوقلمونی\
وہ چاند' یہ تارا ہے' وہ پتھر' یہ نگیں ہے\
دیتی ہے مری چشم بصیرت بھی یہ فتویٰ\
وہ کوہ' یہ دریا ہے' وہ گردوں' یہ زمیں ہے\
حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا\
تو ہے' تجھے جو کچھ نظر آتا ہے' نہیں ہے!

برکلے تشکیک اور عقلیت سے ماوراء ایک اور نقطہ کا قائل ہے۔ جہاں عقل اور یقین ایک جدلیاتی توازن میں ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ اقبال بھی تعقل پسند ہیں اگرچہ ان کی تعقل پسندی مجرد عقل پسندی نہیں بلکہ جذبہ عشق سے مملو خرد مندی ہے۔

دل میں ہو سوز محبت کا وہ چھوٹا سا شرر
نور سے جس کے ملے راز حقیقت کی خبر

وائٹلڈ کے نزدیک فلسفے کو عیسائیت میں مدغم کرنا چاہیے اس لیے کہ یہ انسان کے لیے اطمینان کا باعث ہوگا۔ حظ و سرور کی قدیم اخلاقیات انسان کو ایک ساکن 'خود' قرار دیتی ہے۔ اور یہ ان مقاصد کے لیے گویا ایک میکانکی پرزہ ہے جو اگرچہ اس کی فطرت سے متعین ہوئے لیکن اس نے ان کو متعین کرنے میں بذات خود کوئی عمل نہیں کیا۔ اقبال بھی انسانی ارادے کی آزادی کے خواہاں ہیں وہ لکھتے ہیں۔

ترے مقام کو انجم شناس کیا جانے
کہ خاک زندہ ہے تو' تابع ستارہ نہیں

عیسائیت کا فلسفہ اس نقطہ پر مرتکز ہے کہ انسان اپنے ماضی کے ساتھ رابطہ توڑنے کی برجستہ آزادی اور خدا کے لیے بے لوث محبت و ایثار رکھتا ہے۔ وائٹلڈ کا نیا فلسفہ اخلاق قدیم عیسائیت کی بنیاد پر قائم نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ یہ معاشی و معاشرتی گروہوں میں اپنے کردار کا اظہار کرتا ہے اور اقبال لکھتے ہیں کہ اگر اخلاقی اور روحانی زندگی معرض خطر میں نہ پڑے تو اشتراکیت کی کوششیں مستحسن ہیں۔ وائٹلڈ نے 'اختیار و آزادی' کے مخصوص تصور کی توجیہہ کی ذمہ داری اپنے سر پر لی اس نے 'معاشرتی تنظیم اور انسانی آزادی' کے موضوع پر ایک مقالہ لکھا کہ آزادی یہ ہے کہ دوسروں کے لیے اپنے آپ کو وا رکھا جائے۔ یہ اپنی ذات سے ماورائیت حاصل کرنے کی صلاحیت ہے۔ وجود اور آزادی کی دنیا میں وہ اپنے نقطۂ نظر کی تفصیل دیتا ہے۔ آزادی اس کے نزدیک بے ساختہ عمل اور غیر متعین ہوتا ہے۔ یہ ذات سے ماورایت کا عمل ہے۔ یہ دوسروں کے لیے فراخدالی رکھنا ہے اور یہ 'ذمہ داری' کے احساس کے لیے ناگزیر ہے۔ اسی پر حسن اخلاق کی بنیاد ہے۔ اس بارے میں اقبال اپنے جذبات کا اس طرح اظہار کرتے ہیں۔

یک غم است آں غم کہ آدم را خورد
آں غم دیگر کہ ہر غم را خورد

ایک غم قرآن کی اصطلاح میں حزن ہے جو انسان کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے اور دوسرا غم

نوع انسانی کا غم محبت ہے۔ جو ہر قسم کے روزگار یا حزن کو مٹا دیتا ہے۔

چوں نشیمن می کند اندر دلے
دل ازو گردد یم بے ساحلے

جب یہ غم دل میں جاگزیں ہوتا ہے تو دل اس کی بدولت بحر ناپیدا کنار ہو جاتا ہے اور انسان آفاقی بن جاتا ہے۔

حسن کا گنج گراں مایہ تجھے مل جاتا
تو نے فرہاد! نہ کھودا کبھی ویرانہ دل

فرد ماورائیت حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو قربان کرتا ہے۔ اس کی شخصیت ایک بحر گوہردار کی سی ہے۔ جو خود تو طوفان کے تھپیڑے کھاتا ہے لیکن دوسروں کے دامن موتیوں سے بھر دیتا ہے۔

بحر و موج خویش را بر خود زند
پیش ما موجش گہر می افگند
آفرید کائنات دیگرے
قلب را بخشد حیات دیگرے

یہی مقصود فطرت ہے' یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری' محبت کی فراوانی

آں چناں قطع اخوت کردہ اند
بر وطن تعمیر ملت کردہ اند
تا وطن را شمع محفل ساختند
نوع انساں را قبائل ساختند
مردمی اندر جہاں افسانہ شد
آدمی از آدمی بیگانہ شد
روح از تن رفت و ہفت اندام ماند
آدمیت گم شد و اقوام ماند

زاں فراوانی کہ اندر جان اوست
ہر تہی را پر نمودن شان اوست

گویا پر نمود' اور وا ہونا' ایک مفہوم رکھتے ہیں اور اس طرح اقبال اور وائٹلڈ معاشرتی نفسیات کے مذہبی حوالے سے ایک دوسرے کے بین بین ہیں۔ لیکن پھر بھی اسلام اور عیسائیت کے درمیان فرق 'جدید اور 'قدیم' تاریخی حوالے سے اتنا گہرا ہے کہ وہ ان کے یہاں بھی عیاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔

'ذاتی آزادی' وائٹلڈ کے نزدیک لامحدود نہیں بلکہ معاشرے کے ساتھ مشروط ہے۔ حسن و زیبائی کی اعلیٰ ترین منزل بھی دائرہ اخلاق میں انفرادی آزادی سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ وائٹلڈ مکمل معروضیت اور قانون تعین کے مطلق تصور سے گریز کرتا ہے اور اس طرح فطرت اور حسن کے درمیان فرق کو دور کرتا ہے اور دونوں کو ایک شاندار افق پر اکٹھا کرتا ہے۔ فطرت اور حسن و زیبائی کے درمیان تنظیم خدا کی وحدت کی وجہ سے ہے اور انسانی تاریخ میں حسن کی کاریگری انسان کی آزادی پر اپنا دارومدار رکھتی ہے۔

وائٹلڈ نے لیبنیرو یلٹ کو دریافت کیا۔ اور اسی کی مدد سے ان روایتی سوالات کے جواب بھی دیے اور خدا کے وجود کو ثابت کیا۔ دنیا کے حقائق جن سے وجودی اپنے فلسفے کا آغاز کرتے ہیں' دنیا میں وجود کی بے اطمینانی کا باعث ہیں۔ انسانی تاریخ میں اولیں چیز تخلیقی جوش ہے۔ یہ بے چینی ایک محدود رخ سے دوسرے محدود رخ کی طرف جاتی ہے یہی ذاتی ماورایت کا آگے بڑھنا ہے یا وائٹلڈ کے الفاظ میں خدا کا انسان میں عکس ہے اس طرح وائٹلڈ یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ ماوراء ایک وحدت ہے جو بنیادی اور آخری ہے اور تمام دنیا کی وحدت کا تخلیقی ذریعہ ہے اور اپنی دلیل کو وجود کے ساتھ منسلک کر کے وائٹلڈ اس ماورائی وحدت کو خدا کے ساتھ عین کر دیتا ہے اور اقبال کہتے ہیں۔

آیہ کائنات کا معنی دیر یاب تو
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو

چوں نشیمن می کند اندر دلے
دل ازو گردد یم بے ساحلے

رومی آں عشق و محبت را دلیل
تشنہ کامان را کلامش سلسبیل
گفت آں شعرے کہ آتش اندروست
اصل او از گرمی اللہ ھوست

وائلڈ کے نزدیک عیسائیت کا معاشرتی فلسفہ تنظیم یہ ہے کہ 'آزادی و اختیار' اور فراخدلی کو ہم آہنگ کیا جائے کر کیگارڈ نے کوئی معاشرتی فلسفہ پیش نہیں کیا اور ہیمپٹر اور برڈیو عیسائیت کی اخلاقیات اور عوامی بداخلاق کے درمیان یہ نقطہ اٹھانے میں حق بجانب ہیں کہ معاشرے میں اخلاقی معیار کی تخصیص کیا ہے لیکن وائلڈ کے یہاں مذہبی معیار اخلاق اور عام آدمی کے معیار اخلاق کے درمیان کوئی خلیج حائل نہیں۔ یہاں وائلڈ قدرتی قانون کی طرف متوجہ ہے۔ فطری قانون کی بنیاد انسانی فطرت پر ہے اور اس کی صلاحیتوں پر ہے۔ یہ فطری قانون عقل کے ساتھ مغائرت رکھتا ہے۔ وجودیت کی تحریک نے اخلاقی صورت حال بھی تبدیل کر دی کہ وہ صورت حال جس کی توجیہہ کے لیے فطری اصول کافی تھا' اس قدر پیچیدہ ہوگئی کہ جس کے لیے وجودی معیار اور فطری معیار دونوں کی بیک وقت ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لیے وجودیت نے اپنے نقطۂ آغاز سے انسانی وجود کے اختیار و آزادی پر اپنی توجہ مبذول رکھی۔ 'اختیار و آزادی' ایک فطری معیار ہے یہ متعین صلاحیتوں کا ایک منظم گروہ نہیں بلکہ ان کو جامع طور پر حقیقی بنانے کا نام ہے' جو انسان کے لیے مخصوص ہے اور وائلڈ کے الفاظ میں فطری اصول کو وجودی آزادی کے ساتھ منسلک رکھنا ہوگا۔

موجودہ زمانے میں وائلڈ کی کوششوں کو خراج عقیدت کم پیش کیا جا رہا ہے لیکن اس نے واقعیت پسندی اور وجودیت کو جوڑنے کی بے پایاں کوشش کی۔ اس کی تحریریں افکار سے پر ہیں۔ اور وہ نئے مسائل پر خاطر خواہ توجہ دیتا ہے اور انہیں ایک نئے نقطۂ نظر سے دیکھنے کے لیے کافی فہم و فراست رکھتا ہے جبکہ امریکی فلسفیوں کے یہاں اسے نظرانداز کیا جاتا رہا ہے لیکن وائلڈ کے نظریات میں یقین اور عقیدہ کی طرف ایک بار پھر از سر نو توجہ ملتی ہے اور اس کی تحریریں اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ ایک روز برطانوی اور امریکی دنیا بھی جو کہ یورپی وجودیت کا تجزیہ کرنے کی طرف مائل ہے' عیسائی (مذہب)' اور وجودیت (احساس) کی طرف اپنے عقلی وظیفوں کے لیے مائل ہوگی۔

***

اقبال اکادمی پاکستان، لاہور کی خصوصی پیش کش

کلیاتِ اقبال

فارسی

(خاص الخاص ایڈیشن)

- اغلاط سے پاک۔
- مضبوط اور پائیدار جلد مع گولڈن ڈائی خوبصورت حاشیہ۔
- عمدہ معیاری کتابت۔
- درآمد شدہ اعلیٰ قسم کا کاغذ۔

قیمت: ۱۰۰۰ روپے

(ایک نسخے کی خریداری پر بھی ۴۰ فیصد شرح رعایت دی جائے گی)

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006